طلبائے شعبہ اسلامیات، مانو کی سرگرمیوں کا آئینہ دار

اسلامی مطالعات

ISLAMI MUTALA'AT

شمارہ: 8 | صفحات: 4 | شعبہ اسلامک اسٹڈیز، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد | ذی قعدہ-ربیع الثانی 40-1439 | اگست-دسمبر 2018

☆ہدایت ونگرانی: ڈاکٹر محمد فہیم اختر ☆مشاورت: ڈاکٹر محمد عرفان احمد، محترمہ ذیشان سارہ، جناب عاطف عمران ☆مدیر: صالح امین ☆معاونین: سید عبدالرشید، عبدالرقیب، محمد عامر ☆منتظمین: محمد صلاح الدین، نوید السحر

اداریہ

عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں غیر مسلموں کے ساتھ مسلمانوں کے تعلقات

اس دنیا میں انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی جو نعمتیں میسر ہیں ان میں سب سے اہم اور اعلیٰ ترین نعمت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس ہے۔ یہ اس کائنات کی وہ عظیم ہستی ہے جسے خود اللہ عز وجل نے خلاصہ کائنات قرار دیا، جو تمام نبیوں اور رسولوں میں افضل اور معزز ترین نبی اور رسول ہے، جس کے طریقہ زندگی پر عمل کر کے انسان اپنے مقصد حیات کو پا سکتا ہے، جس کی زندگی کی ایک ایک حرکت پر عمل پیرا ہونا رضائے الٰہی اور قرب خداوندی کا سبب ہے، جس نے انسانیت کے حقوق و فرائض کی ادائیگی کی بے نظیر مثالیں قائم کیں، اور اخلاق و کردار کے ایسے اعلیٰ اقدار قائم کئے کہ دشمن بھی اس کی گواہیاں دینے پر مجبور ہو گئے۔

رسول عربی ﷺ کی پوری زندگی انسانیت کے لئے رہنما اصول فراہم کرتی ہے۔ انہی رہنما اصولوں کا ایک نہایت ہی اہم پہلو آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کی تعلیمات کے زیر اثر صحابہ کرام کے غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات اور برتاؤ پر مبنی تعلیمات اور ہدایات ہیں۔ اس مقالے میں عہد نبوی ﷺ میں غیر مسلموں کے ساتھ مسلمانوں کے تعلقات اور برتاؤ کا اختصار کے ساتھ جائزہ لینے کی کوشش کی گئی ہے، تاکہ اِس وقت کے مسلمانوں کے لئے وہ رہنما اصول ابھر کر سامنے آسکیں جو انھیں غیروں کے ساتھ روا رکھنا چاہئے اور تاکہ وہ اپنی زندگیوں کو اسلامی تعلیمات کی صحیح تصویر کا عکاس بنا سکیں۔

میثاق مدینہ جو بعض اقوال کے مطابق انسانی حقوق کا پہلا تحریر عالمی دستور ہے جس کے بنیادی حقوق میں اس بات کی اجازت دی گئی کہ مدینہ کے ہر باشندے کو اور ہر اس فرد کو جو اس دستور میں شامل ہونا چاہے اپنے اپنے مذہب پر عمل کرنے کی آزادی ہوگی، اور اس سلسلہ میں کسی پر زبردستی کرنا روا نہیں ہوگا۔ (سیاسی وثیقہ جات، ص: 38) اس معاہدہ کے طے پا جانے کے بعد جب رسول اللہ ﷺ اور مسلمان مدینہ میں رہنے لگے تو مختلف مواقع اور مراحل میں ان کا سامنا غیر مسلموں کے ساتھ ہوتا رہا، جن میں رسول اللہ ﷺ اور مسلمان احکام الٰہی کے مطابق عمل کرتے رہے۔ ذیل میں اس کی ایک ایک جھلک پیش کی جا رہی ہے:

رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی: اگر کسی شخص کے رشتہ دار غیر مسلم ہوں، اور کوئی ایسا موقع درپیش ہو جو ان کے ساتھ صلہ رحمی کا متقاضی ہو، یا جس میں ان کی عزت و توقیر کی جانی چاہئے یا ان کو مالی تعاون کی ضرورت ہو تو بلا کسی تامل کے وہ ان کے ساتھ اس قسم کے تعلقات استوار کر سکتا ہے اور ان کے تحائف بھی قبول کر سکتا ہے، چنانچہ جب حضرت اسماءؓ بنت ابو بکرؓ کی والدہ جو کہ مشرکہ تھیں ان سے ملنے آئیں تو حضرت اسماءؓ نے نبی اکرم ﷺ سے ان کے متعلق دریافت فرمایا، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ ان سے صلہ رحمی کرتے ہوئے اور ان کی عزت کرتے ہوئے اپنے گھر میں آنے دیں اور ان سے تحائف بھی قبول کریں۔

پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک: اگر کسی کا پڑوسی غیر مسلم ہو تو اس کے ساتھ بھی حسن سلوک کے ساتھ پیش آنا چاہئے، کیونکہ جس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے یہ فرمایا ہے کہ حضرت جبرئیل مجھ کو پڑوسیوں کے سلسلہ میں مسلسل نصیحت کرتے رہے، حتیٰ کہ مجھے یہ اندیشہ ہونے لگا کہ کہیں پڑوسی وارث نہ بنا دیئے جائیں (بخاری: 6014)۔ یہ حدیث مسلم اور غیر مسلم پڑوسی یا اس طرح کی کسی بھی قید سے آزاد ہے، اور حضرت عبد اللہؓ بن عمرؓ نے جب ایک مرتبہ ایک بکری ذبح کرائی تو اپنے غلام کو یہ ہدایت کر دی کہ وہ سب سے پہلے پڑوسی کو گوشت پہنچائے۔ ایک شخص نے کہا: وہ تو یہودی ہے۔ آپؓ نے فرمایا: یہودی ہے تو کیا ہوا۔ یہ کہہ کر آپؓ نے حدیث جبرئیل پیش کی۔

مہمان نوازی: غیر مسلموں کی مہمان نوازی کرنے میں بھی کوئی قباحت نہیں ہے۔ آنحضور ﷺ نے خود قبیلہ بنو ثقیف کے وفد کے لئے کھانے پینے کا انتظام کرایا تھا، حالانکہ انہوں نے ابھی اسلام بھی قبول نہیں کیا تھا۔ اسی طرح ایک دوسری روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے ایک غیر مسلم کی مہمان نوازی کی اور اس کے آسودہ ہو جانے تک اس کو دودھ پلاتے رہے یہاں تک کہ اس نے سات بکریوں کا دودھ پی لیا۔ دوسرے دن اس نے رسول اللہ ﷺ کے اس اخلاق کریمانہ سے متاثر ہو کر ایمان لے آیا۔ (ترمذی: 1819)

دعوتیں قبول کرنا: جس طرح غیر مسلم کی مہمان نوازی کرنا احادیث سے ثابت ہے اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے عمل سے یہ بھی ثابت ہے کہ ان کی دعوتیں قبول کی جا سکتی ہیں۔ چنانچہ یہودیہ عورت جس نے کھانے میں زہر ملا دیا تھا اور جو آپ ﷺ کے لئے سم قاتل ثابت ہوا، اس کی دعوت قبول کرنا اور اس طرح کی دیگر واقعات اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ غیر مسلموں کی دعوتیں قبول کیا کرتے تھے۔

بیمار کی عیادت: اگر کسی مریض کی عیادت کی جائے اور اس کے ساتھ اظہار ہمدردی کیا جائے تو اس کی بڑی دل بستگی ہوتی ہے اور وہ اپنے غموں اور تکلیفوں میں کمی محسوس کرتا ہے، پھر وہ مریض خواہ مسلم ہو یا غیر مسلم۔ چنانچہ ایک یہودی لڑکا جو آپ ﷺ کی خدمت میں آیا کرتا تھا ایک مرتبہ بیمار ہو گیا۔ آنحضرت ﷺ اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور اس کا حال احوال پوچھنے کے بعد اس کو اسلام کی دعوت دی اور اس نے اپنے باپ کی رضامندی پا کر اسلام قبول کر لیا تھا۔ (بخاری: 5657)

قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک: قرآن کریم میں نیک لوگوں کے اوصاف و کردار شمار کراتے ہوئے اس بات کی تعلیم دی گئی ہے کہ وہ اپنی خواہش کے باوجود یتیموں کو، مسکینوں کو اور قیدیوں کو کھلاتے ہیں (دہر: 8)۔ اور یہ بات معلوم ہے کہ عہد نبوی ﷺ میں قیدی بہرحال غیر مسلم ہی ہوتے تھے۔ چنانچہ ان کے ساتھ حسن سلوک کی اعلیٰ مثال جنگ بدر کے ایک قیدی کے بیان سے ملتی ہے، وہ کہتا ہے: اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر رحم کرے، یہ اپنے اہل وعیال سے اچھا کھانا ہمیں کھلاتے ہیں اور اپنے گھر کے لوگوں سے کہیں زیادہ ہماری آسائش کا خیال رکھتے تھے۔

عبادت گاہوں میں داخلے کی اجازت: مسجد جو مسلمانوں کی عبادت گاہ ہے اور روحانی تسکین کی مقدس ترین جگہ ہے۔ اس جگہ کو مسلمان ہر طرح کی ناپاکی اور آلودگی سے محفوظ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں، حتیٰ کہ ناپاک لوگوں کے داخلے پر بھی پابندی عائد کرتے ہیں۔ لیکن ان تمام اہتمامات کے باوجود وفد ثقیف جب رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے ان کے لئے مسجد میں خیمہ لگوایا، تاکہ وہ مسلمانوں کو نماز پڑھتے دیکھ سکیں۔ اسی طریقے سے جب نجران کے عیسائی آنحضرت ﷺ کے پاس تشریف لائے اور ان کی نماز کا وقت ہوا تو وہ مسجد میں ہی نماز ادا کرنے لگے۔ اس پر صحابہ نے انھیں روکنا چاہا تو آپ ﷺ نے فرمایا: انھیں نماز پڑھنے دو۔

غیر مسلم کی تجہیز وتکفین: جب آنحضرت ﷺ کے مشفق اور غمگسار چچا اور حضرت علیؓ کے والد حضرت ابو طالب کا انتقال ہوا تو آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کا حکم دیا کہ وہ اپنے والد کو غسل دیں اور ان کی تجہیز وتکفین کا انتظام کریں۔ حضرت علیؓ جب ان امور سے فارغ ہو کر واپس تشریف لائے تو آپ ﷺ نے ان کو دعا دی، جس کے بارے میں وہ فرمایا کرتے تھے کہ وہ دعا مجھے سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ محبوب ہے۔

جنازہ کا احترام: ایک مرتبہ ایک یہودی کا جنازہ گزرا تو رسول اکرم ﷺ کھڑے ہو گئے۔ صحابہ نے عرض کیا: یہ تو یہودی کا جنازہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: آخر وہ بھی تو انسان تھا۔ (بخاری: 1312) یعنی ہم نے انسانیت کا احترام کیا ہے اور انسان ہونے میں تمام نوع بنی آدم یکساں ہیں۔

ان مذکورہ تمام مرویات اور تعلیمات کا حاصل یہ ہے کہ غیر مسلموں کے ساتھ سلوک اور برتاؤ میں مختلف مواقع اور حالات میں آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے عدل و انصاف کا جو اعلیٰ معیار قائم کیا ہے۔ مسلمان اپنی زندگی میں اگر ان تعلیمات کو اتار لیں تو سماج میں پائے جانے والے اختلافات بڑی حد تک ختم ہو سکتے ہیں۔

☆☆☆

صالح امین

سلطان محمد فاتح کا عظیم کارنامہ: فتح قسطنطنیہ کے حوالہ سے

(قیصر فاطمہ، ایم اے، سال دوم)

تاریخ اسلامی میں ایسے کئی بہادر حکام، فاتحین اور مجاہدین کا تذکرہ موجود ہے کہ تا قیامت ان کے نام تاریخ کے روشن ومنور باب میں موجود رہیں گے۔ انہی مایہ ناز شخصیات میں فاتح قسطنطیہ، سلطنت عثمانیہ کا عظیم فرمانروا سلطان محمد فاتح ہے، جس کے مجاہدانہ اور فاتحانہ کردار کو تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکے گی۔ اس عظیم حکمراں کی پیدائش 30/مارچ 1432 کو ترکی کے ایک شہر ادرنہ میں ہوئی۔ یہ شخص ابھی اپنی عمر کے بیسویں پڑاؤ ہی پر پہنچا تھا کہ جوانمردی، بہادری ودلیرانہ صلاحیتوں ومہارتوں کی بنیاد پر 12/فروری 1451 کو سلطان کا تاج زریں اپنے سر پر سجا کر سلطنت عثمانیہ کے مضبوط ومستحکم تخت پر جلوہ افروز ہوا۔ یہ دور سلطنت عثمانیہ کے عروج کا دور تھا۔ یورپ تک سلطنت عثمانیہ کا پرچم پوری شان وشوکت کے ساتھ لہرا رہا تھا، سوائے قسطنطنیہ اور اس کے مضافات کے، جو بازنطینی سلطنت کے قبضہ میں تھی اور مرکز مسیحیت بنی ہوئی تھی۔

قسطنطنیہ پر مسلمانوں نے پہلے بھی کئی مرتبہ لشکر کشی کی تھی، لیکن ان میں ان کو ناکامی ہی ہاتھ لگی تھی۔ 669ء میں قسطنطنیہ پر پہلا حملہ امیر معاویہؓ کے دور میں ہوا تھا۔ بعض اقوال کے مطابق پہلا حملہ حضرت علیؓ کے دور میں ہوا تھا۔ بہر حال حضرت امیر معاویہؓ کے زمانہ میں جو حملہ ہوا اس میں رسول اللہ ﷺ کے فرمان "تم ضرور قسطنطنیہ فتح کرلو گے اور جو فوج اس کو فتح کرے گی اور اس کا جو امیر ہوگا وہ بھی بہت خوب ہے" اور ایک دوسری روایت کے مطابق آپ ﷺ کے ارشاد "میری امت کی پہلی فوج جو قیصر کے شہر پر حملہ آور ہوگی اللہ نے اس کو بخش دیا ہے" کی وجہ سے کئی صحابہ نے آپسی نااتفاقی کے باوجود اس فوج میں شرکت کی تھی، تاکہ رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کے مصداق قرار پائیں۔ اس کے بعد بھی قسطنطنیہ کو فتح کرنے کی کوششیں جاری رہیں چنانچہ اموی خلفاء میں حضرت عمر بن عبد العزیز اور ہشام، عباسیوں میں مہدی، ہارون رشید اور عثمانیوں میں بایزید یلدرم اور مراد ثانی نے اپنے اپنے دور حکومت میں اسے رومیوں کے قبضہ سے نکال لینے اور اپنی سلطنت میں شامل کر لینے کی کوششیں کیں، لیکن یہ خوش نصیبی تو اللہ عز وجل نے کسی اور کے نام لکھ رکھا تھا۔

چنانچہ سلطان محمد فاتح جب تخت نشین ہوا تو جیسا کہ عرض کیا گیا، یہ دور سلطنت عثمانیہ کے عروج کا دور تھا، اور یورپ کے بیشتر علاقوں پر عثمانیوں کا قبضہ تھا لیکن اس کے باوجود قسطنطنیہ پر بازنطینی قابض تھے۔ لہٰذا اس نے اس کی فتح کی تیاریاں پورے جوش وخروش سے شروع کی۔ چنانچہ اس کے لئے سلطان محمد فاتح نے پہلا انتظام یہ کیا کہ اپنی سلطنت کے ہر حصہ کے نظم ونسق کو درست کرنے اور امن وامان قائم کر دینے کی پوری کوشش کی، تاکہ قسطنطنیہ پر لشکر کشی کے دوران کسی طرح کی کوئی خلل اندازی نہ ہو۔ اس کے بعد ینی چری فوج اور اس کے سردار جو اس دوران بعض بدعنوانیوں میں مبتلا تھے ان کو مناسب سزائیں اور انعامات سے نواز کر خاموش کیا۔ پھر ایشیائے کوچک کی شورشوں کو فرو کیا اور امیر کرمانیہ سے صلح کر کے اس کی لڑکی سے شادی کر لی، اس کے بعد تین سال کے لئے ہنگری کے بادشاہ سے بھی صلح کر لی، جس کی وجہ سے شمالی یورپ کی طرف سے کوئی خطرہ باقی نہ رہا۔ پھر اس نے ایک فوج موریا بھیج دیا تاکہ شہنشاہ قسطنطین کا بھائی جو وہاں حکمراں تھا، اس کو قسطنطین کی مدد کرنے سے روک دیا جائے۔ ان تدبیروں سے فارغ ہو کر اس نے ایک ہوشیار آہنگر جو ہنگری کا قدیم باشندہ اور اسلام قبول کرنے سے پیشتر قسطنطین کا ملازم رہ چکا تھا سے بڑی زبردست مار کی توپیں بنوائیں، چنانچہ اس نے ایک نہایت ہی زبردست توپ بنائی جس کے سنگی گولوں کا قطر ڈھائی فٹ تھا، اور جس کو کھینچنے کے لئے ساٹھ ساٹھ جوڑے بیل لگتے تھے، اس کے علاوہ اس نے اور بھی توپیں بنائیں جو نسبتاً چھوٹی تھیں لیکن زیادہ تیزی کے ساتھ گولے پھینک سکتی تھیں۔ محمد فاتح نے قسطنطنیہ کے محاصرہ کے لئے ایک سو اسی جہازوں کا ایک بیڑا بھی تیار کرایا۔ سلطان محمد فاتح ان تمام انتظامات کا سامان اپنی ذاتی نگرانی میں فراہم کر رہا تھا۔

آخر کار 16/اپریل 1453ء کو سلطان محمد فاتح نے قسطنطنیہ کا محاصرہ شروع کیا۔ اس کے ساتھ ہی بحری جنگ آبنائے باسفورس میں پیش آئی۔ اس بحری جنگ میں ترکی بیڑے کو نقصان اٹھانا پڑا۔ سلطان نے یہ رنگ دیکھ کر خشکی میں باسفورس اور بندرگاہ قسطنطنیہ کے درمیان پانچ میل میں پہاڑی زمین پر لکڑی کے تختوں کی سڑک بنوائی اور ان تختوں کو چربی سے خوب چکنا کرا دیا اور ایک رات کے اندر اسّی کشتیاں بیلوں سے کھچوا کر بندگاہ کے اس حصہ میں پہنچا دیں۔ قسطنطنیہ کا یہ حصہ بھی حملہ کی زد میں آگیا۔ بری فوج نے مناسب فاصلہ پر توپیں نصب کر دیں۔ بالآخر 29/مئی 1453ء کو فیصلہ کن حملہ ہوا اور قیصر قسطنطین مارا گیا، ناقابل تسخیر شہر کی فصیل توپ کے گولوں سے ٹوٹ گئی اور کشتیوں کے ذریعہ ترک شہر کے اندر داخل ہو گئے۔ سلطان ینی چری فوج کے ساتھ تھا، جس وقت مشہور کنیسہ ایا صوفیہ کے دروازے پر پہنچا اس نے اذان دلوائی اور ظہر کی نماز پڑھی، اسی وجہ سے یہ کنیسہ جامع مسجد بنا دیا گیا۔ اور اس طریقہ سے سلطان محمد فاتح کے ہاتھوں سرکار دو عالم ﷺ کی پیشین گوئی پوری ہوئی۔

☆☆☆

گلوبل وارمنگ: نقصانات اور بچاؤ کی تدابیر

(صلاح الدین، پی ایچ ڈی)

زمین کے اوسط درجہ حرارت میں بتدریج اضافے کا نام گلوبل وارمنگ ہے۔گلوبل وارمنگ کے اثرات سے اس وقت پوری دنیا متاثر ہے، جس کی وجہ سے ہر سال گرمی کی شدت میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔اس کے باوجود حضرت انسان اس کے تدارک کے لیے ہرے بھرے درخت اور ہریالی لگانے کے بجائے، لوہے اور سیمنٹ کے جنگل اگانے اور درختوں کو کاٹ کر ہٹانے میں مصروف ہیں۔اسی وجہ سے آج کے لوگ صبح سویرے چڑیوں کی معصوم چہچہاہٹ سننے کو ترس گئے ہیں۔ماہرین کا ماننا ہے کہ اگر یونہی گلوبل وارمنگ بڑھتی رہی اور گرمی میں اسی طرح اضافہ ہوتا رہا تو ہوسکتا ہے ایک دن سب کچھ جھلس کر رہ جائے اور سورج کی تپش فطرت کی ساری رنگینیاں اور رعنائیاں چھین لے جائے۔

جب ہم تیل، کوئلہ، یا قدرتی گیس جلاتے ہیں تو کاربن ڈائی آکسائیڈ گیس پیدا ہوتی ہے، یہ گیس جب پودوں اور سمندروں میں جذب ہونے سے بچ جاتی ہے تو فضائی آلودگی کا باعث بنتی ہے، اور یہ آلودگی گلوبل وارمنگ کا سبب بنتی ہے۔

صنعتی انقلاب نے جہاں ایک طرف لوگوں کو آرام و آسائش فراہم کیے ہیں، وہیں مخفی وسائل کی دریافت اور ان کے بے دریغ استعمال نے آلودگی میں بے پناہ اضافہ کیا ہے۔آکسیجن تمام جانداروں کے لیے ناگزیر ہے، لیکن جنگلات کے ختم ہونے کی وجہ سے فطرت کے وسائل میں عدم توازن پیدا ہو رہا ہے، کوئلہ جلانے کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی گیس کاربن ڈائی آکسائڈ اور اے سی ریفریجریٹر وغیرہ سے خارج ہونے والی گیس کلورو فلورو کاربن گیس گلوبل وارمنگ کا سبب بن رہی ہے، اس کے علاوہ اوزون جو کہ قدرت کی جانب سے کرہ ارض پر قائم ایک حفاظتی غلاف ہے، اور جو سورج سے نکلنے والی مضر اور خطرناک شعاعوں سے زمین کو بچاتا ہے، اس کی سطح کمزور ہوتی جا رہی ہے، جس کی وجہ سے سورج کی تپش بڑھ رہی ہے۔

گلوبل وارمنگ سے پیدا ہونے والے ممکنہ خطرات

زمین کے بڑھتے ہوئے درجہ حرارت سے دنیا کو جن خطرات کا سامنا کرنا پڑسکتا ہے ان میں سے چند یہ ہیں:

موسمیاتی تبدیلیاں: درجہ حرارت میں اضافے کی وجہ سے موسموں میں تبدیلیاں واقع ہوسکتی ہیں اور بارشوں کے اوقات بھی بہت حد تک تبدیل ہوسکتے ہیں۔بارش کے زمانہ میں خشکی اور خشکی کے زمانہ میں بارش ہوسکتی ہے۔ساتھ ہی طوفانوں اور سیلابوں میں بھی شدت آسکتی ہے۔

سطح سمندر میں اضافہ: قطبین اور دوسرے بلند پہاڑی سلسلوں میں اس وقت پانی کی بہت بڑی تعداد برف اور گلیشئرز کی شکل میں موجود ہے۔بڑھتے ہوئے درجہ حرارت سے برف پگھلنے کا عمل تیز ہو جائے گا اور اس سے بہت بڑی مقدار میں پانی سمندروں میں شامل ہو جائے گا جس سے سمندر کی سطح میں کئی میٹر کا اضافہ ہوگا، جس کی وجہ سے بہت سے ساحلی شہروں کے زیر آب آ جانے کا خطرہ ہے۔اس کے علاوہ درجہ حرارت میں شدت کی وجہ سے زمین پر زندگی گزارنا دشوار ہوسکتا ہے۔ان سب کے تدارک کے لیے ہمیں ہر سطح پر بیدار ہونے کی ضرورت ہے۔

گلوبل وارمنگ سے بچاؤ کی تدابیر

گلوبل وارمنگ پوری دنیا کے لیے ایک بڑا سنجیدہ مسئلہ ہے، جسے اچھی طرح سمجھنا چاہیے اور اس کے خطرناک حملوں کو روکنے کے لیے ایسی تدابیر کی جانی چاہئیں کہ ہم سائنسی ایجادات سے مستفید بھی ہوتے رہیں اور اس کے بچاؤ کی تدبیریں بھی کرتے رہیں۔اس سلسلے میں ہمیں اسلام میں بھی بہت سی ہدایات ملتی ہیں، مثلاً ہمیں زیادہ سے زیادہ شجرکاری کی طرف توجہ دینا چاہیے۔حدیث میں ہے: ”لَا یَغْرِسُ مَسْلِمٌ غَرْسًا وَلَا یَزْرَعُ زَرْعاً فَیَاکُلُ مِنْهُ إِنْسَانٌ وَلَا دَابَّةٌ وَلَا شَیْءٌ إِلَّا کَانَتْ لَهُ صَدَقَةً“۔ (مسلم: 1552) کوئی بھی مسلمان جب درخت لگاتا ہے یا کھیتی کرتا ہے پھر اس میں سے کوئی انسان یا جانور کھائے یا کوئی اور چیز کھائے، وہ سب اس کے لیے صدقہ ہے۔ایک اور موقع پر آپ نے فرمایا: ”لَا تَعْقِرَنَّ نَخْلًا وَلَا تَحْرِقَنَّهَا“۔ (مصنف عبد الرزاق: 9375) نہ کسی درخت کو کاٹا جائے اور نہ جلایا جائے۔

اس کے علاوہ اسلام نے فضائی آلودگی پیدا کرنے والی تمام چیزوں سے منع کیا ہے اور اپنے ارد گرد کے ماحول کو صاف ستھرا رکھنے کا تاکیدی حکم دیا ہے۔علاوہ ازیں اور بھی تدابیر اختیار کی جاسکتی ہیں جن میں سے معدودے چند کو یہاں ذکر کیا جاتا ہے:

☆ حکومت اور نجی این جی اوز کو بڑے پیمانے پر بیداری مہم چلانا چاہیے۔ ☆ جگہ جگہ پروگرام منعقد کرنا چاہئے اور لوگوں کو گلوبل وارمنگ کے نقصانات سے واقف کرانا چاہئے۔ ☆ توانائی اور بجلی کے کثرت استعمال سے بچنے کی کوشش کرنا چاہئے۔ ☆ اپنی ضروریات کے لیے شمسی توانائی کا استعمال کرنا چاہئے۔ ☆ گاڑیوں میں ایندھن کے لیے سی این جی جیسی ہلکی توانائی والے ایندھن استعمال کرنا چاہئے۔اس سے گلوبل وارمنگ کے اثرات کو کم کرنے میں یقیناً مدد ملے گی۔ ☆ اور سب سے زیادہ ضروری یہ ہے کہ اس کے لیے شجرکاری کرنا چاہئے۔کیوں کہ درخت کاربن ڈائی آکسائڈ جذب کر لیتے ہیں۔ ☆ ہیٹر اور ایئر کنڈیشنوں کا استعمال بھی ضرورت کے مطابق اور کم سے کم کیا جانا چاہیے۔ ☆ ٹیوب لائٹ اور بلب وغیرہ کو شمسی توانائی سے چلایا جانا چاہیے۔

یہ بات درست ہے کہ ان چیزوں کے استعمال کے بغیر موجودہ تیز رفتار زمانے میں گزارہ نہیں ہوسکتا، لیکن ان کا کم سے کم استعمال کر کے گلوبل وارمنگ میں یک گونہ کمی تو لائی جاسکتی ہے۔یہ صحیح ہے کہ انسان اکیلا کچھ نہیں کرسکتا، لیکن فارسی کا مشہور مقولہ ہے 'قطرہ قطرہ دریا شود' قطرہ قطرہ دریا بن جاتا ہے۔اس لیے ہر آدمی اپنے طور پر کوشش کرے تو پورا سماج، پورا شہر، پورا ملک، اور پھر پوری دنیا میں یہ کوشش عام ہو جائے گی جس سے گلوبل وارمنگ کے اثرات میں بڑی حد تک کمی واقع ہوسکے گی۔

☆☆☆

عصر حاضر میں مسلمانوں کی تعلیمی صورت حال

(ثاقب راز، ایم اے، سال اول)

آج جب مسلمانوں کا نام آتا ہے تو دنیا کے سامنے ایک ایسی قوم کی تصویر ابھر کر سامنے آتی ہے، جس کی پہچان غربت، جہالت، مایوسی اور شکست خوردگی اور ذلت وخواری سے ہوتی ہے۔ان تمام باتوں کی بنیادی وجہ مسلمانوں کا علم وفن، تحقیق وجستجو اور سائنس وجدید ٹیکنالوجی کے میدان میں دیگر اقوام عالم سے پیچھے رہ جانا ہے۔حالانکہ اسلام وہ مذہب ہے جس نے انسانوں کو علم ہی کی وجہ سے تمام مخلوقات پر فوقیت دی اور اسے اشرف المخلوقات کے لقب سے نوازا۔یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی نے اپنی سب سے پہلی وحی کا آغاز حصول علم کے تاکید کے ساتھ کیا، چنانچہ فرمایا: ”اِقْرَا بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِی خَلَقَ“۔ایک دوسرے مقام پر فرمایا: ”هَلْ یَسْتَوِی الَّذِینَ یَعْلَمُونَ وَ الَّذِینَ لَا یَعْلَمُونَ“ اور اس کے ذریعہ اہل علم کو نہ جاننے والوں پر فوقیت بخشی۔

علم ایسی دولت ہے جس کے ذریعہ انسان کے اندر خود آگہی وخود شناسی کے ساتھ ساتھ خداشناسی بھی پیدا ہوتی ہے، اسی لئے انسانیت کے عظیم ترین معلم نبی کریم ﷺ نے حصول علم کو فرض قرار دیا ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیضَةٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ“ (علم کا حصول ہر مسلمان پر فرض ہے)۔مگر افسوس صد افسوس کہ ماضی میں تعلیمی میدان میں نمایاں خدمات انجام دیکر سب کیلئے رول ماڈل بننے والی اس امت نے علم وحکمت سے اپنا رشتہ ہی توڑ لیا، جس کی وجہ سے وہ ہر میدان میں پسماندگی کا شکار ہوتی چلی جا رہی ہے۔یقیناً آج ہم ایسے پرفتن دور سے گزر رہے ہیں، جس میں اسلامی شناخت کو مٹانے کی پوری کوشش کی جا رہی ہے۔اور مسلمانوں کی نئی نسل کو اسلامی تعلیمات سے متنفر کرنے کے منصوبہ پر زور وشور سے عمل کیا جا رہا ہے، اور مسلمانوں کی قدیم تعلیم کو مسخ کرنے کی کوششیں بھی عروج پر ہیں۔

فکری اسباب: ہندوستان کے تعلیمی نظام کی بنیادی خرابی یہ ہے کہ اس میں دینی تعلیم اور دنیوی تعلیم کا الگ الگ انتظام ہے، دینی تعلیم کی فراہمی کے لئے مدارس سرگرم عمل ہیں جن میں سے بیشتر ادارے پرائیویٹ ہیں، البتہ بعض حکومت کی ماتحتی میں بھی کام کر رہے ہیں۔ان اداروں میں عام طور پر تعلیم کا جو نظام اور طریقہ رائج ہے وہ صدیوں پہلے مرتب کیے گئے نصاب اور طریقوں کے مطابق ہے، جن علوم کو عصری علوم سے تعبیر کیا جاتا ہے اور جن کی ضرورت ہمارے معاشرے اور ریاست کو ہے، ان کی جانب توجہ ہی نہیں ہے، حالانکہ قرآن کریم نے متعدد مقامات پر ”اَفَلَا تَتَفَکَّرُوْنَ، اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ، اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ“ وغیرہ الفاظ کے ذریعہ ان علوم کی طرف توجہ دلائی ہے۔دینی علوم کی تدریس کا بھی یہ عالم ہے کہ قرآن کی تعلیم کو ان کے تعلیمی ڈھانچے میں مرکزی حیثیت حاصل نہیں، نہ تو طلبہ میں تفقہ اور اجتہاد کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے اور نہ ہی زبانیں اچھی طرح سیکھ پاتے ہیں۔برس ہا برس عربی پڑھنے کے باوجود بیشتر طلبہ نہ تو عربی بول سکتے ہیں اور نہ ہی کچھ لکھ سکتے ہیں۔

دوسری طرف حکومت اور عوام کے قائم کردہ وہ سیکڑوں اور ہزاروں اسکول کالج ہیں، جن میں معاصر علوم تو پڑھائے جاتے ہیں، لیکن قرآن وحدیث، فقہ وعقائد اور عربی زبان کی تدریس کا وہاں کوئی معقول انتظام نہیں۔تربیت اور کردار سازی پر توجہ بالکل ہی نہیں ہے، البتہ اس معاملہ میں مدارس کا حال قدرے غنیمت ہے۔تعلیم کی اس تقسیم کا نقصان یہ ہوا ہے کہ ہمارے ہاں اسلامی شخصیت منتشر ہو کر رہ گئی ہے، اور اسلامی تشخص مجروح ہوگیا ہے اور ایسے متوازن مسلمان پیدا نہیں ہو رہے ہیں، جنہیں دین کی بھی خبر ہو اور دنیا کی بھی۔دینی مدارس سے ایسے طلبہ فارغ ہو رہے ہیں جو معاشرے میں کھپ نہیں سکتے، قومی اداروں میں جا نہیں سکتے، سوائے اس کے کہ وہ کسی مسجد میں امامت کا فریضہ انجام دیں یا کسی ایسے ہی مدرسہ میں تدریس کی خدمت انجام دینے لگ جائیں، اور ہمارے اسکول وکالج اور یونیورسٹیاں ایسے طلبہ پیدا کرتی چلی جا رہی ہیں، جنہیں دین کی کوئی خبر نہیں، نہ اس کے مبادیات کی نہ اس کے تقاضوں کی، حالانکہ معاشرے کا سارا نظم ونسق انہیں کے ہاتھوں میں ہے۔

ان تمام چیزوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک ایسے تعلیمی نظام کی ضرورت ہے جو ان دونوں تعلیمی تقسیم سے ہٹ کر ہو۔اس بات میں کوئی شک نہیں کہ مسلمان جب تک عصر حاضر کے تقاضوں سے ہم آہنگ تھے دنیا میں قیادت اور سیادت انہیں کے ہاتھ میں تھی۔ایک اور زاویئے سے اگر دیکھا جائے تو انبیاء کرام کے معجزات بھی وقت کی ضرورت کے پیش نظر تھے، اس زمانے میں جس چیز کی ضرورت تھی اللہ تعالی انہیں اسی کے مطابق معجزات عطا کئے۔

☆☆☆

عزت ووقار میں عورت مرد کے مساوی

(حنیفہ بتول، ایم اے، سال دوم)

دور جاہلی میں عورت کے ساتھ ظلم وستم اور بدسلوکی کا رویہ عام تھا، اس کے حقوق پامال کئے جاتے تھے، شوہر کے مرنے کے بعد یا طلاق دینے کے بعد اس کو حق نہیں تھا کہ وہ دوسرا نکاح کر لے۔لڑکیوں سے نفرت اس حد کو پہنچ گئی تھی کہ ان کو زندہ درگور کر دیا جاتا تھا، اور اسلام کی آمد تک یہ سلسلہ چلتا رہا۔

اسلام نے عورتوں کو بلند مقام عطا کر کے معاشرتی زندگی میں عظیم انقلاب برپا کیا۔دین کے شرعی احکام ومسائل، عقائد معاملات، حقوق وفرائض معاشرہ کی تعمیر وترقی اور عزت ووقار میں انھیں نظر انداز نہیں کیا گیا۔ان سب میں وہ مردوں کے ساتھ برابر کی شریک ہیں۔چنانچہ قرآن کریم میں مختلف مقامات پر جب اللہ تعالیٰ نے مردوں کو مخاطب کیا ہے تو ساتھ ہی عورتوں کو خطاب فرمایا ہے۔قرآن کریم نے انھیں سب سے پہلے زندہ رہنے کا حق دیا، چنانچہ ارشاد ہوا: ”وَإِذَا الْمَوْؤُدَةُ سُئِلَتْ، بِأَیِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ“۔ (تکویر: 9-8) (اس وقت کو یاد کرو جب اس زندہ درگور کی گئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ کس جرم میں اسے مارا گیا)۔اسلام نے علم کے دروازے عورتوں کے لیے نہ صرف کھلے رکھے ہیں، بلکہ مردوں کی طرح عورتوں پر بھی علم کا حاصل کرنا فرض قرار دیا ہے، چنانچہ رسول اللہ کا ارشاد ہے: ”طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیضَةٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ“۔ (ابن ماجہ: 224) (علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد عورت پر فرض ہے)۔اللہ کے رسول ﷺ اس فرمان میں مسلم کے ذیل میں مردوں کے ساتھ خواتین بھی شامل ہیں۔ان بنیادی حقوق کے علاوہ اسلام نے عورتوں کو نکاح، مہر، نان ونفقہ، کاروبار اور عمل کی آزادی، مال وجائیداد میں تصرف، عزت وآبرو اور تنقید واحتساب کے حقوق سے بھی نوازے۔

اور پھر اتنے ہی پر بس نہیں کیا، بلکہ انھیں عزت ووقار میں بھی مردوں کے برابر قرار دیا، چنانچہ قرآن کریم اور ذخیرہ احادیث میں متعدد مقامات پر تکریم انسانیت کی بات کہی گئی ہے، ان تمام جگہوں میں مردوں کے ساتھ عورتیں شریک اور شامل ہیں، قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے: ”وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِی آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّیِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلٰی کَثِیرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِیلًا“۔ (بنی اسرائیل: 70) (ہم نے بنی آدم کی تکریم کی اور انھیں خشکی وتری میں سواریاں عطا کی اور پاکیزہ رزق دیا اور اپنی مخلوقات میں سے بہتوں پر انھیں فضیلت عطا کی)۔اس آیت میں تکریم بنی آدم، پاکیزہ رزق کی نوازش اور بہت سی مخلوقات پر فضیلت میں خواتین مردوں کے ساتھ برابر کی شریک ہیں۔ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِی أَحْسَنِ تَقْوِیمٍ“۔ (التین: 4) (ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا)۔انسان کی بہترین ساخت کی تخلیق میں عورتیں بھی داخل ہیں، کیونکہ ان دونوں ہی آیتوں میں اس بات کا کوئی قرینہ موجود نہیں ہے کہ ان میں صرف مردوں کا خطاب کیا گیا ہے۔

عمل صالح کے نتائج میں بھی اسلام کے نزدیک عورت ومرد میں کوئی امتیاز نہیں ہے۔قرآن مجید میں اعلان ہے کہ عورت ہو یا مرد، ایمان کے ساتھ جو بھی عمل صالح کرے گا ہم اس کو دنیا میں اور آخرت میں اچھی اور پاکیزہ زندگی عطا کریں گے۔سورہ نحل میں ارشاد ہے: ”مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَکَرٍ أَوْ أُنْثٰی وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْیِیَنَّهُ حَیَاةً طَیِّبَةً وَلَنَجْزِیَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا کَانُوا یَعْمَلُونَ“۔ (النحل: 97) (جو شخص بھی نیک عمل کرے گا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ وہ مومن ہو، تو اسے ہم دنیا میں پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے اور آخرت میں ایسے لوگوں کو ان کے اجر ان کے بہترین عمل کے مطابق بخشیں گے)۔اور سورہ نساء میں فرمایا گیا ہے: ”وَمَنْ یَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ مِنْ ذَکَرٍ أَوْ أُنْثٰی وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَئِكَ یَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا یُظْلَمُونَ نَقِیرًا“۔ (النساء: 124) (اور جو نیک عمل کرے گا خواہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن ہو تو ایسے ہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان کی ذرہ برابر حق تلفی نہ ہونے پائے گی)۔

ان تمام تعلیمات کا حاصل یہ ہے کہ اسلام کی نظر میں مرد اور عورت دونوں ہر طرح کے حقوق وفرائض میں برابر ہیں، پھر چاہے وہ عزت ووقار ہی کا مسئلہ کیوں نہ ہو۔اللہ تعالیٰ کے حضور میں ایمان وعمل صالح کے جزا وسزا کے اعتبار سے عورت ومرد میں کوئی فرق نہیں ہے، لہٰذا جو جس قدر عمل کرے گا وہ اسی قدر بدلہ کا مستحق ہوگا۔دنیا کی اچھی زندگی اور آخرت کے اجر میں ہر مرد وعورت کو اپنے اپنے عمل کا پورا پورا حصہ ملے گا، نہ کسی کا عمل ضائع ہوگا، نہ کسی کے عمل میں کچھ کمی ہوگی۔

☆☆☆

پہلی جنگ عظیم اور خلافت کا خاتمہ

(سید قدیر احمد، ایم اے، سال دوم)

پہلی جنگ عظیم دو فریقوں کے درمیان لڑی گئی تھی۔ ایک فریق میں جرمنی، آسٹریا، ہنگری اور عثمانی خلافت شامل تھی جبکہ دوسرے فریق میں اتحادی قوتیں یعنی برطانیہ، فرانس اور روس جمع تھیں۔ جنگ عظیم کے وقوع کا پس منظر عام طور پر آسٹریا کے ولی عہد کا قتل بتایا جاتا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ برطانیہ فرانس، روس اور جرمنی ان میں کا ہر ایک یہ چاہتا تھا کہ اپنی معیشت کو طاقتور بنائے۔ ان کے یہ عزائم عثمانی خلافت کے خاتمہ سے ہی پورے ہو سکتے تھے، کیونکہ دنیا کی اہم ترین سمندری شاہراہیں خلافت عثمانی کے زیر تسلط تھیں۔ اس دور میں خلافت عثمانیہ کی حکمرانی شمالی افریقہ اور یورپ کے ممالک سے ہوتے ہوئے مشرق وسطی تک پھیلی ہوئی تھی۔ اسی حقیقت کی بنیاد پر عثمانی خلافت سے اہم علاقوں اور سمندری شاہراہوں کو علیحدہ کر کے ان پر قبضہ جمانے کی دوڑ میں مغربی ممالک نے مختلف جنگوں کا آغاز کیا تھا، جنہوں نے بالآخر پہلی جنگ عظیم کی شکل اختیار کر لی تھی، اور اپنے دفاع کی خاطر عثمانی خلافت کو بھی جنگ عظیم میں حصہ لینا پڑا۔

جرمنی یہ چاہتا تھا کہ عثمانی سلطنت کے سارے علاقوں اور وسائل پر تن تنہا اقتدار جمائے، اسی لئے جرمنی نے عثمانیوں سے اچھے تعلقات بنائے رکھے تھے۔ جب کہ ریاست کے اکثر و بیشتر علاقوں پر برطانیہ، فرانس اور روس نے قبضہ جمایا ہوا تھا۔ ان ممالک نے جنگ کے آغاز سے قبل ہی خلافت عثمانیہ کے حصوں کو آپس میں بانٹ لیا تھا۔ پہلی جنگ عظیم کی وجہ سے دونوں فریقوں کو زبردست مالی نقصان برداشت کرنا پڑا تھا، لیکن خلافت عثمانیہ کے وجود کو ہی خطرہ لاحق ہو گیا۔ جنگ کے بعد اتحادی طاقتوں نے خلافت عثمانیہ کے حصوں کا آپس میں بندر بانٹ کر لیا۔ دنیا بھر کے مختلف مقامات پر امت مسلمہ نے خلافت کو بچانے کے لیے متحدہ تحریکیں شروع کیں، جن میں ہمارے ملک ہندوستان کی تحریک خلافت بہت مشہور ہے، لیکن یہ ساری تحریکیں بے سود اور بے اثر ثابت ہوئیں۔

پہلی جنگ عظیم 11/نومبر 1918ء کو ختم ہوئی، اس جنگ کے ختم ہونے کے بعد نومبر 1918ء سے برطانیہ نے مختلف سیاسی حربوں کا ایک سلسلہ شروع کیا، تاکہ خلافت اسلامی کا خاتمہ کر دیا جائے۔ پہلا حربہ یہ تھا کہ مجلس امت جو ایک سیاسی کونسل تھی اس کا خاتمہ کر کے سیاسی ماحول پیدا کیا جائے، کیونکہ مجلس امت خلافت کے ایوان میں امت کی نمائندگی کرنے والے ادارہ کی حیثیت رکھتی تھی۔ دوسرا حربہ کے طور پر خلیفہ کے کردار پر جھوٹے الزامات عائد کئے گئے اور مصطفی کمال کو متبادل ہیرو کے طور پر پیش کیا گیا۔ تیسرا حربہ انقرہ میں ایک دوسری حکومت قائم کرنے کا خاکہ پیش کیا گیا جس کی قیادت مصطفی کمال کے ہاتھوں میں ہو۔ آخری حربہ مصطفی کمال کے ہاتھوں سے نظام خلافت کا پوری طرح خاتمہ کر دیئے جانے کے منصوبہ کو عملی شکل دی جائے۔ اور پھر جنگ عظیم کے خاتمہ کے چھ سال بعد 3/ مارچ 1924ء مطابق 28/ رجب 1342ھ کو وہ عظیم اور جانکاہ حادثہ اور سانحہ پیش آیا جس کا زخم آج تک امت مسلمہ کے جسم سے مندمل نہ ہو سکا یعنی اسلامی ادارہ خلافت کا خاتمہ کر دیا گیا۔

خلافت کے خاتمہ کا نتیجہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک امام ایک ڈھال ہے، جس کے پیچھے تم لڑتے ہو اور اپنا دفاع کرتے ہو۔ (مسلم) اس حدیث شریف سے ہم سمجھ سکتے ہیں کہ امت مسلمہ کے لیے امام یعنی خلیفہ کا ہونا کس قدر اہم اور ضروری ہے۔ خلیفہ کے بغیر امت کی وہی حالت ہوتی ہے جو چرواہا کے بغیر مویشیوں کے غلہ کی اور باپ کی حفاظت و شفقت سے محروم یتیم و یسیر اولاد کی۔

خلافت کے خاتمہ نے نہ صرف مسلم دنیا کو 50 سے زائد ملکوں میں تقسیم کر دیا، بلکہ مسلم عوام کے افکار و جذبات کو بھی غیر اسلامی بنا دیا ہے۔ ثقافتی حملوں کے ذریعہ دشمنان اسلام نے امت مسلمہ کے نوجوانوں کو باور کرایا کہ انسانی عقل سے اخذ کئے گئے قوانین ہی فائدہ مند ہیں۔ مغربی نفوذ کے بعد مسلم عوام بھی خدائی قانون کے بجائے انسانوں کے بنائے ہوئے قانون کو پسند کرنے لگے اور قادر مطلق کے احکامات کی پابندی سے کترانے لگے۔ وہ یہ بھول گئے کہ اسلام زندگی گذارنے کا ایک ایسا کامل و مکمل ضابطہ حیات کا حامل مذہب ہے جو انسانی معاشرہ کے تمام پہلوؤں میں ان کی رہنمائی کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہے اور دونوں جہاں میں سرخروئی و کامیابی کا ضامن ہے۔

☆☆☆

ارض مقدس مکہ مکرمہ پر ایک نظر

(عبد الرقیب، پی ایچ ڈی)

کعبۃ اللہ پوری دنیا کے مسلمانوں کا قبلہ ہے اور اور یہ قبلہ مکہ مکرمہ جیسی عظیم الشان سرزمین میں واقع ہے۔ اسی لئے مسلمانوں کا اس سرزمین سے دلی لگاؤ ہے۔ تاریخ اسلام کی شروعات یہیں سے ہوتی ہے اور توحید کی دعوت کا آغاز بھی یہیں سے ہوتا ہے۔ دین کے لئے جس جذبہ قربانی و خود سپردگی کی ضرورت ہے، اس کی جھلک اس جگہ کے واقعات میں ہمیں ملتی ہے۔ دینی حیثیت کے ساتھ ساتھ تاریخی اعتبار سے بھی مسلمانوں کے لئے مکہ مکرمہ امتیازی حیثیت کا حامل ہے۔

اس ارض مقدس کے ناموں میں ایک اہم نام "ام القریٰ" ہے، جس کے متعلق حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ چونکہ یہ شہر عزت و تکریم میں دنیا کے شہروں سے زیادہ مکرم اور برتر ہے اور اسی کو پھیلا کر کرہ ارضی وجود میں آیا ہے، لہٰذا اسے "ام القریٰ" کا نام دیا گیا۔

تاریخ کعبہ کے مصنف محمد طاہر الکردی نے لکھا ہے کہ پانی کی سطح پر ابھرنے والا وہ مقدس مقام جسے زمین کی پیدائش سے تقریباً دو ہزار سال قبل اللہ نے وجود بخشا، وہ مکہ مکرمہ ہی کی سرزمین تھی، پھر اس کے نیچے سے اللہ نے اپنی قدرت سے زمین بچھائی۔ مکہ مکرمہ روئے زمین کے وسط میں واقع ہے اور یہ زمین کی ناف ہے۔

سطح سمندر سے اس کی بلندی 277 رفٹ بتلائی جاتی ہے اور یہ مشرقی ساحل سمندر سے تقریباً 5 رکیلو میٹر مشرق میں واقع ہے، یہ جس وادی میں آباد ہے وہ پتھریلی اور تنگ وادی ہے۔ اس میں شہر مکہ کئی میلوں میں مشرق سے مغرب تک پھیلا ہوا ہے اور اس کا عرض بھی دو میل کا ہے، اس کی وادی ابطح یا بطحا کے نام سے مشہور ہے۔ شہر کو چاروں طرف سے پتھروں کے ٹیلے یا چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں گھیرے ہوئے ہیں، جو ایک طرح سے اس کی فصیل کا کام بھی دیتی ہیں۔ پہلے شہر میں پانی کا صرف ایک ہی چشمہ تھا جس کو زمزم کہتے ہیں، اب اس کے علاوہ دوسرے ذرائع بھی اختیار کر لئے گئے ہیں، جن کی وجہ سے اب پانی کی قلت نہیں ہے۔ مکہ مکرمہ چونکہ ایک وادی میں ہے اس لئے قدیم زمانے میں سیلابوں سے اس میں پانی بھر جاتا تھا۔ اب حکومت نے معلاۃ سے پہلے ایک بند بنا دیا ہے، اس کے علاوہ حرم کے آگے ایک زمین دوز نالہ بھی بنا دیا ہے جس سے شہر کا پانی بہہ کر مکہ کے نشیبی علاقے میں چلا جاتا ہے۔

پہاڑوں کے درمیان گھرے ہونے کی وجہ سے مکہ میں گرمی زیادہ اور سردی بہت کم ہوتی ہے۔ شہر کا موسم گرمیوں میں بہت سخت اور بارش صرف جاڑے میں ہوتی ہے۔ آج سے تقریباً چار ہزار سال قبل حضرت ابراہیمؑ نے اپنی اہلیہ حضرت ہاجرہ اور اپنے شیر خوار بیٹے حضرت اسماعیل کو یہاں لا کر اس شہر کو بسایا تھا، پھر کعبہ کی دوبارہ تعمیر حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے کی۔ اسی وقت سے یہ شہر قرب و جوار ہی نہیں بلکہ ساری دنیا کا مرکز بنا۔

مکہ مکرمہ کی آبادی پہلے خیموں میں رہتی تھی۔ ہجرت سے صرف دو صدی پہلے حضور ﷺ کے جد قصی ابن کلاب جب شام سے آئے تو ان کے مشورے سے مکانات بننے شروع ہوئے اور مکہ مکرمہ کی معاشرت کو اور اس کی اجتماعی اور مذہبی ذمہ داریوں کو منظم کیا گیا اور ان کو قصی بن کلاب نے سنبھالا۔ اسلام کے آنے کے بعد شہر کو ترقی ہوئی، اور اب یہ شہر نہ صرف اپنے قرب و جوار میں بلکہ دور دور تک سب سے بڑا اور پورے عالم اسلام کا سب سے اہم اور مرکزی شہر ہے۔

اس ارض مقدس کی تقدیس و عظمت کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ یہاں مسلمانوں کا قبلہ "خانہ کعبہ" ہے، جس کی جانب رخ کر کے مسلمان اپنی نمازیں ادا کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ اسلام کے بنیادی پانچ ارکانوں میں سے ایک رکن حج بیت اللہ ہے۔ جس کے تمام ذیلی ارکان و واجبات اسی ارض مقدس میں ادا کئے جاتے ہیں، جن میں خانہ کعبہ کے گرد طواف کرنا، صفا مروہ کی پہاڑیوں کے درمیان سعی کرنا، منیٰ میں شیطان کو کنکریاں مارنا، میدان عرفان میں قیام کرنا وغیرہ شامل ہیں۔ علاوہ ازیں دیگر متبرک و مقدس اشیاء سے بھی استفادہ کا یہ موقع ہوتا ہے، مثلاً حجر اسود کا بوسہ لینا اور زمزم کا پانی پینا وغیرہ۔

☆☆☆

پروفیسر محمد اسحاق (صدر شعبہ اسلامک اسٹڈیز، جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی) کے ہاتھوں "اسلامی مطالعات" کے ساتویں شمارہ کی رسم اجراء

اسلام میں خواتین کا مقام

(فہمینہ چودھری، ایم اے، سال اول)

وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ
اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوز دروں

اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور جنت کو ان کا مسکن بنایا تو انھیں جنت اپنی تمام تر رعنائیوں، نعمتوں اور آرائشوں کے باوجود سونی سونی لگی، تنہائی انھیں انتہائی گراں گذری، تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کی بائیں پسلی سے ان کی تنہائی دور کرنے کے لئے ایک خاتون اور شریک حیات حضرت حواؑ کو پیدا فرما دیا۔ پھر اسی عظیم جوڑے کو اس دنیا میں پہلے خاندان کے طور پر بسایا، جس سے نسل انسانی کا آغاز ہوا، اور انسان ساری دنیا میں پھیل گئی۔

لیکن اس بے غبار حقیقت کے باوجود کہ اس زمین پر زندگی گذارنے کا جتنا حق ایک مرد کو ہے اتنا ہی ایک عورت کو بھی ہے، تاریخ انسانی کے صفحات گواہ ہیں کہ زمانہ قدیم ہی سے یہ صنف نازک ہر شعبہ حیات میں مردوں کے ظلم و ستم کا نشانہ بنی رہی ہیں۔ چونکہ فطری اور خلقی طور پر عورت کمزور پیدا کی گئی ہے، اس لئے عورت کی اس کمزوری کا لوگوں نے خوب فائدہ اٹھایا اور عورتوں پر ہر طرح کا ظلم و ستم روا رکھا، یہاں تک کہ بعض قوموں نے تو عورتوں کو انسانوں کے علاوہ دوسری مخلوق سمجھا لیکن لاکھوں سلام ہو مذہب اسلام پر اور کروڑوں درود ہوں انسانیت کے محسن اعظم ﷺ پر کہ آپ نے انسانوں کو ان کا بھولا ہوا سبق پڑھایا، عورتوں کو ان کا صحیح مقام عطا کیا اور ان کے حقوق متعین فرما کر صنف نازک کو حیات نو بخشی۔

تاریخ کے صفحات پلٹنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں منو شریعت میں باپ، شوہر یا دونوں کے وفات پا جانے کی صورت میں بیٹے کے علاوہ عورت کا کوئی مستقل حق نہیں تھا، ان کی وفات کے بعد عورت کا شوہر کے رشتہ داروں میں سے کسی ایک کے ساتھ متعلق ہو جانا ضروری تھا۔ عورتوں کو جنم دینے والے منو نے انھیں بری خواہشات، غصہ، بے ایمانی اور برے اطوار عطا کئے۔ برہمنی دور میں شوہر کی وفات کے بعد عورت گویا جیتے جی مر جاتی تھی، وہ زندہ درگور ہو جاتی، بیوہ ہونے کے بعد اپنے متوفی شوہر کے گھر کی لونڈی اور دیوروں کی خادمہ بن کر رہنا پڑتا، اکثر بیوائیں اپنے شوہروں کے ساتھ ستی ہو جاتی تھیں۔ عراق کے بادشاہوں کے نزدیک عورت پالتو جانور سمجھی جاتی تھی۔ مصری تہذیب میں عورت تھی، اسے گناہوں کا ذمہ دار قرار دیا جاتا۔ اور خود جزیرۃ العرب میں عورت کے ساتھ جانوروں کا سا معاملہ کیا جاتا تھا، عورت کی کوئی عزت نہ تھی، وہ مال، مویشیوں کے ساتھ میراث میں منتقل ہوتی تھی۔ بیٹی کی پیدائش پر باپ شرم کے مارے اپنی بچیوں کو زندہ دفن کر دیا کرتا تھا۔ لڑکیوں پر خرچ کرنا معیوب اور بوجھ سمجھا جاتا تھا، جبکہ جانوروں اور کنیزوں پر دل کھول کر خرچ کیا جاتا تھا۔ خلاصہ یہ کہ عورت کو انسان تو کجا جانور سے بھی بدتر مخلوق سمجھا جاتا تھا، اور بقول شاعر:

تو آگ میں اے عورت! زندہ بھی جلی برسوں
سانچے میں ہر ایک غم کے چپ چاپ ڈھلی برسوں
تجھ کو کبھی جلوایا، تجھ کو کبھی گڑوایا
بازار ہے وہ اب تک جس میں تجھے نچوایا

اسلام کی آمد اور حقوق نسواں کی حفاظت

پھر جب ساتویں صدی عیسوی میں اسلام کا سورج طلوع ہوا تو اسلام نے عورت کو اس کا صحیح مقام عطا کیا۔ اسے ذلت اور پستی کی گہری کھائیوں سے نکال کر عزت و رفعت کے اوج ثریا پر پہنچا دیا۔ اسلام نے عورتوں کے صرف حقوق ہی متعین نہیں کئے، بلکہ ان کو مردوں کے برابر درجہ دے کر مکمل انسان قرار دیا ہے۔ اسی بنا پر اسلام میں عورت کی جو قدر و منزلت قائم ہوئی، وہ نتائج کے لحاظ سے بھی دیگر تمام اقوام و مذاہب سے ممتاز اور نمایاں ہے۔

اسلام نے عورت کو وہ تمام حقوق دیئے ہیں جو مرد کو حاصل ہیں۔ اعمال و افعال کے جزا و سزا میں بھی دونوں کو برابر رکھا گیا، طلاق و نکاح کے معاملہ میں بھی عورت کو اختیار دیا گیا۔ خرید و فروخت کے معاملات میں عورتوں کو اسلامی حدود میں رہتے ہوئے بااختیار بنایا گیا، تعلیم و تعلم کے دروازے بھی عورتوں پر مکمل طور پر کھول دیئے گئے، اور عورت کو میراث میں حصہ دار بنایا گیا۔ شوہر کی وفات کے بعد نکاح ثانی کی اجازت دی گئی۔ عورت کی مختلف حیثیتوں کے مطابق اس کی قدر و منزلت بڑھا کر یہ بتلایا گیا کہ عورت انسان کے لئے قدرت کا ایک انمول تحفہ ہے۔ چنانچہ اگر وہ بیوی ہے تو شوہر کی خدمت پر اسے جنت کا مستحق بتایا، اگر وہ بیٹی ہے تو اس کی صحیح تربیت پر اس کے باپ کو جنت کی بشارت سنائی، یہاں تک کہ عورت کو ماں بنا کر اس کے قدموں تلے جنت لا کر رکھ دی گئی۔

الغرض ہر شعبہ حیات میں عورت کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے اسے مکمل حقوق عطا کئے گئے اور یہ کہا گیا کہ:

ترے قدموں میں ہے فردوس تمدن کی بہار
تیری نظروں پہ ہے تہذیب و ترقی کا مدار

یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ کے مبارک عہد سے لے کر آج تک ہر دور میں عورتوں نے ہر میدان میں اپنے حقوق استعمال کر کے ترقیوں کے مدارج طے کئے، اور یہ ثابت کر دیا کہ اسلام نے جو حقوق صنف نازک کو عطا کئے ہیں وہ اور کسی دین، دھرم یا قوم نے عطا نہیں کئے۔

فاطمہ! تو آبروئے امت مرحوم ہے
ذرہ ذرہ تیری مشت خاک کا معصوم ہے
یہ سعادت، حور صحرائی! تری قسمت میں تھی
غازیان دیں کی سقائی تری قسمت میں تھی
یہ جہاد اللہ کے رستے میں بے تیغ و سپر
ہے جسارت آفریں شوق شہادت کس قدر
یہ کلی بھی اس گلستان خزاں منظر میں تھی
ایسی چنگاری بھی یارب! اپنی خاکستر میں تھی!

☆☆☆

شعبہ کی علمی وثقافتی سرگرمیوں کی ایک جھلک

(عزیر عالم، ایم اے، سال اول)

شعبہ اسلامک اسٹڈیز میں سال 2018 کے تعلیمی سفر کے آغاز سے نومبر تک متعدد علمی اور ثقافتی سرگرمیوں کا انعقاد ہوا، جن سے شعبہ کے طلبہ نے بھرپور فائدہ اٹھایا، اس دوران شعبہ کے اساتذہ نے مختلف کانفرنسوں اور سیمیناروں میں شرکت کی، طلبہ اور اساتذہ کی ان سرگرمیوں کی مختصر رپورٹ پیش ہے۔

تعارفی وتشجیعی پروگرام

نئے طلباء کو شعبہ کے نصاب تعلیم اور دیگر سرگرمیوں سے متعارف کرانے کے لئے 2/اگست کو پروفیسر شکیل احمد (نائب شیخ الجامعہ، مانو) کی صدارت میں ایک تعارفی وتشجیعی پروگرام منعقد ہوا، جس میں جناب عاطف عمران (استاذ شعبہ) نے پروگرام کا مقصد اور شعبہ کے نصاب تعلیم، ڈاکٹر محمد عرفان احمد (اسٹنٹ پروفیسر) نے CBCS نظام، داخلی امتحانات اور اس کے قواعد وضوابط، اور محترمہ ذیشان سارہ (استاذ شعبہ) نے اسلامی مطالعات فورم اور دیگر معاون نصابی سرگرمیوں پر مفصل روشنی ڈالی۔ صدر شعبہ ڈاکٹر محمد فہیم اختر نے طلباء کو خطاب کرتے ہوئے اختتامی کلمات پیش کئے۔

استقبالیہ تقریب

12/ستمبر کو ایم اے سال دوم کے طلباء نے سال اول کے طلباء کے لئے استقبالیہ تقریب منعقد کی، صدر شعبہ ڈاکٹر محمد فہیم اختر نے پروگرام کی صدارت کی۔ اس موقع پر صدر شعبہ کے ہاتھوں سال اول کے طلباء کو سال دوم کی جانب سے کتابوں کا تحفہ پیش کیا گیا۔

توسیعی خطاب

یکم مئی 2018 کو تفسیر قرآن کے مختلف مناہج پر پروفیسر محمد اسحاق (صدر شعبہ اسلامک اسٹڈیز، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی) نے ایک توسیعی خطبہ دیا۔ انہوں نے کہا کہ قرآن کی آیات کی تفسیر کرنے میں ہمیں سب سے پہلے قرآن کی جانب، اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کی حدیث کی طرف، پھر اقوال صحابہ سے مدد لینی چاہئے۔ ساتھ ہی ساتھ انہوں نے مکہ، مدینہ اور عراق کے تفسیری مدارس کا تذکرہ کیا۔ انہوں نے مختلف مناہج تفسیر کا تذکرہ کرتے ہوئے تفسیر بالماثور اور تفسیر بالرائے پر مفصل روشنی ڈالی۔

اسلامی مطالعات فورم کی سرگرمیاں

☆اسلامی مطالعات فورم کے تحت 9/اگست کو ڈاکٹر محمد عرفان احمد کی رہنمائی میں طلبہ نے یونیورسٹی کے مرکزی کتب خانہ سید حامد لائبریری کا دورہ کیا، جہاں طلبہ نے کتب خانے کے مختلف حصوں کا تعارف حاصل کیا۔ ☆16/اگست کو استاذ شعبہ عاطف عمران نے How to introduce Yourself کے عنوان پر طلباء کو خطاب کیا، جس میں انہوں نے ایک دوسرے کے ساتھ تعارف کرانے کے طریقے پر مفصل گفتگو کی۔ ☆30/اگست کو سوشل میڈیا کے فوائد ونقصانات پر دو ٹیموں کے درمیان ایک مباحثہ ہوا، جس میں ہر ٹیم نے اس کے فوائد اور نقصانات کی وضاحت کی، اور اپنی بات کی تائید میں دلیلیں اور مثالیں پیش کیں۔ ☆20/ستمبر کو صدر شعبہ ڈاکٹر محمد فہیم اختر کی صدارت میں پروفیسر صدیقی محمد محمود (پروفیسر شعبہ تعلیم وتربیت، مانو) نے "شخصیت کا ارتقاء" کے عنوان پر ایک اہم خطاب پیش کیا۔ انہوں نے کہا کہ جب انسان کسی سوچ کا بیج بوتا ہے تو عمل کی فصل کاٹتا ہے اور جب عمل کا بیج بوتا ہے تو عادت کی فصل کاٹتا ہے اور جب عادت کا بیج بوتا ہے تو کردار کی فصل کاٹتا ہے، لہٰذا انسان کو چاہئے کہ وہ اپنی شخصیت سازی کا آغاز ایک اچھی اور نیک سوچ کا بیج بونے کے ذریعہ کرے۔ انہوں نے مزید کہا کہ بارش کا قطرہ اگر نالی کے پانی میں مل جائے تو اس کا وجود گندہ ہو جاتا ہے، اگر گرم توے پر گر جائے تو بھاپ کی شکل میں غائب ہو جاتا ہے اور اگر کنول کے پھول پر گرے تو اس کے اندر چمک دمک پیدا ہو جاتی ہے، لیکن اگر وہی بارش کا قطرہ کسی سیپ میں گرے تو موتی بن جاتا ہے، ٹھیک اسی طرح انسان اپنی صلاحیتوں کا صحیح سمت میں استعمال کر کے خود کو موتی کی طرح چمکا سکتا ہے۔ ☆25/اکتوبر کو صدر شعبہ ڈاکٹر محمد فہیم اختر نے تحقیقی مقالہ کی تیاری کے طریقہ پر خطاب کیا، جس میں انہوں نے مقالہ تحریر کرنے اور اس کے حوالہ وحواشی کے طریقوں پر مفصل روشنی ڈالی اور ساتھ ہی انہوں نے امتحانی پرچوں کے حل کرنے اور جوابات تحریر کرنے کے طریقے بتائے۔

بزم طلبہ کے پروگرامس

بزم طلبہ: جہاں طلباء اپنی جانب سے ثقافتی پروگراموں کا انعقاد کرتے اور اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں 4/اکتوبر کو شعبہ میں "عورت کا مقام ومرتبہ اور اسلام میں ماحول کی اہمیت" کے عنوان پر ایک ثقافتی پروگرام منعقد ہوا، جس میں طلباء نے ماڈل میکنگ، پوسٹر میکنگ، سلوگن رائٹنگ، پینٹنگ، پوئم اور مضامین کے ذریعہ متعینہ موضوع کی ایک جھلک پیش کی۔ ☆30/اکتوبر کو ایک کوئیز مقابلہ ہوا جس میں چار ٹیموں نے بخاری، ابن خلدون، ابن سینا اور شبلی کے نام سے حصہ لیا۔ شبلی ٹیم نے اول مقام حاصل کیا۔

شعبہ کے اساتذہ کی سرگرمیاں

ڈاکٹر محمد فہیم اختر (اسوسئیٹ پروفیسر وصدر شعبہ): ڈاکٹر فہیم اختر نے مختلف نوعیت کی علمی اور تحقیقی سرگرمیوں میں شرکت کی، اور مقالات ومضامین پیش کئے۔ ☆ 20-19 اپریل 2018 کو دہلی میں منعقد ہونے والے بین الاقوامی سیمینار میں "ڈاکٹر اسماعیل راجی فاروقی اور اسلامی تہذیب کا منظر" کے موضوع پر مقالہ پیش کیا۔ ☆ 30-29/جون 2018 کو آئی او ایس دہلی کی جانب سے منعقدہ "ترجمہ کے مسائل اور امکانات" کے موضوع پر ہونے والے ورکشاپ میں شرکت کی اور نشستوں کی نظامت کی ذمہ داری سنبھالی۔ ☆3/ستمبر 2018 کو آئی او ایس دہلی کی جانب سے منعقدہ قومی ورکشاپ میں "اسلامی تہذیب پر کورس کی ضرورت" کے موضوع پر اپنی تحریر پیش کی۔ ☆ ماہنامہ ندائے اعتدال شمارہ اکتوبر 2018 میں "مولانا علی میاں ندوی اور ان کی فقہی فکر" پر صدر شعبہ کا مضمون شائع ہوا۔ ☆ دوروزہ قومی اردو سماجی علوم کانگریس مورخہ 16-15/نومبر منعقدہ مانو، حیدرآباد میں شعبہ کی ایک نشست کی صدارت کی۔ ☆ 17/نومبر 2018 کو صدر شعبہ نے "سوشل میڈیا اور اسمارٹ فون کے شرعی احکام" پر ایک مقالہ اسلامک فقہ اکیڈمی کے 28ویں فقہی سیمینار منعقدہ بھرت پور راجستھان میں پیش کیا۔ اس دوران آپ کی ایک کتاب "مدارس کی تعلیم- عصری تعلیم اور سماجی کردار کے معاصر تقاضوں کی روشنی میں" کے عنوان سے دہلی سے نومبر 2018 میں شائع ہوئی۔

ڈاکٹر محمد عرفان احمد (اسٹنٹ پروفیسر): یوم آزاد تقاریب کے ضمن میں ہونے والے پروگرام "آزاد واک" میں ڈاکٹر محمد عرفان احمد نے بحیثیت ممبر اپنی خدمات پیش کیں۔ دوسری دو روزہ قومی اردو سماجی علوم کانگریس مورخہ 16-15/نومبر 2018 منعقدہ مانو حیدرآباد میں "مسلم تہذیب وثقافت کی اردو تاریخ نگاری میں ابھرتے رجحانات -مولانا شبلی نعمانی کے حوالہ سے" کے عنوان پر مقالہ پیش کیا۔ آپ نے اس کانگریس میں اسلامک اسٹڈیز کے دوسرے سیشن میں نظامت کے فرائض بھی انجام دیئے۔

ڈاکٹر محمد سراج الدین (اسٹنٹ پروفیسر): ڈاکٹر محمد سراج الدین نے UGC کی جانب سے منعقدہ 11/جولائی تا 16/اگست کے اورینٹیشن پروگرام میں شرکت کی۔ انہوں نے یوم آزاد تقاریب کے موقع پر 6/نومبر کو کوئیز مقابلہ میں شریک کنوینر کے فرائض انجام دیئے۔

محترمہ ذیشان سارہ (استاذ شعبہ): محترمہ ذیشان سارہ نے 3/اگست کو UGC کی طرف سے منعقدہ 10 روزہ ورکشاپ میں شرکت کی۔ ماہنامہ ندائے اعتدال، ستمبر 2018 میں ایک تحقیقی مقالہ "دہلی سلطنت کی تمدنی تاریخ سید صباح الدین عبدالرحمن کی تصانیف: ایک جائزہ" شائع ہوا۔ انہوں نے دوسرے دوروزہ قومی اردو سماجی علوم کانگریس مورخہ 16-15/نومبر میں "ہندوستانی جامعات کے شعبہ اسلامک اسٹڈیز کے نصاب میں ہندوستان میں اسلام: ایک جائزہ" کے عنوان پر علمی مقالہ پیش کیا۔ انہوں نے اس میں اسلامک اسٹڈیز کے پہلے سیشن میں نظامت کے فرائض بھی انجام دیئے۔ انہوں نے 25/نومبر کو دہلی میں منعقدہ ایک روزہ قرآن کانفرنس میں "ازدواجی زندگی اور قرآن" کے موضوع پر خطاب پیش کیا۔

جناب عاطف عمران (استاذ شعبہ): جناب عاطف عمران نے یوم آزاد تقاریب کے موقع پر 5/نومبر کو بیت بازی مقابلہ میں بحیثیت ممبر اپنے فرائض انجام دیئے۔ انہوں نے 6/نومبر کو کوئیز مقابلہ میں بحیثیت "اسکورر" خدمت انجام دیں۔ 16-15/نومبر 2018 کو اردو سماجی علوم کانگریس میں "ہندوستانی جامعات کے شعبہ اسلامک اسٹڈیز میں تحقیقات، علی گڑھ اور جامعہ ملیہ اسلامیہ کے خصوصی حوالے سے: ایک جائزہ" پر مقالہ پیش کیا۔

طلباء کی دیگر سرگرمیاں

یوم آزاد تقاریب کے موقع پر شعبہ کے طلباء نے مختلف پروگراموں میں حصہ لیا۔ 5/نومبر 2018 کو شعبہ اسلامک اسٹڈیز کی ایک ٹیم نے بیت بازی مقابلہ میں شرکت کی اور چوتھی پوزیشن حاصل کی۔ صلاح الدین (پی ایچ ڈی) نے بیت بازی میں انداز پیش کش پر انعام حاصل کیا۔ 6/نومبر کو کوئیز مقابلہ میں شعبہ کی تین ٹیموں نے شرکت کی۔ 6/نومبر کو تحریری مقابلہ میں شعبہ کے کئی طلبہ نے حصہ لیا، جن میں سے محمد صلاح الدین (پی ایچ ڈی) نے اردو تحریری مقابلہ میں اور نوید السحر (ایم اے سال دوم) نے انگریزی تحریری مقابلہ میں اول مقام حاصل کیا۔ 20/نومبر کو تقسیم اسناد کے ساتویں جلسہ میں شعبہ اسلامک اسٹڈیز کے دو طلبہ ابوالکلام (2017) اور صلاح الدین (2018) کو پوسٹ گریجویشن میں امتیازی نمبرات سے کامیابی حاصل کرنے پر طلائی طمغہ (Gold Medal) سے نوازا گیا۔ اس جلسہ میں شعبہ کے طلباء نے رضا کاری حیثیت سے خدمات بھی انجام دیں۔

UGC HRDC کے تحت مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی حیدرآباد کے زیر اہتمام 13-8/اکتوبر کو منعقد ہونے والے ورکشاپ بعنوان Research Methodology میں شعبہ کے اسکالرس سید عبدالرشید، عبدالرقیب، صالح امین اور محمد عامر نے شرکت کی اور تحقیق کے موضوع پر ماہرین فن کے محاضرات سے بھرپور استفادہ کیا۔

شعبہ میں ریسرچ اسکالرس کے زیر اہتمام ماہانہ علمی مذاکرہ کا آغاز کیا گیا، جس میں شعبہ کے اسکالرس اپنے تحقیقی کاموں کے حوالہ سے علمی گفتگو کریں گے۔ چنانچہ اس کی پہلی نشست 3/اکتوبر 2018 کو منعقد ہوئی، جس میں سید عبدالرشید نے "بیت الحکمہ کی عمارت"، اور مجتبیٰ فاروق نے "بحث وتحقیق کی اخلاقیات" پر گفتگو کی۔ اس کی دوسری نشست کا انعقاد یکم نومبر 2018 کو عمل میں آیا، اس میں صالح امین نے "ہندوستان میں فقہ کے آغاز" پر بات کی اور محمد عامر نے جان کوب کی کتاب "An Ecology of Theology" کا حاصل مطالعہ پیش کیا۔ اس کے بعد 29/نومبر 2018 کو تیسری نشست میں عبدالرقیب نے "تفسیر نعیمی کی چند اہم خصوصیات" پر روشنی ڈالی اور صلاح الدین نے "ریسرچ میں انٹرویو کی اہمیت وافادیت" پر گفتگو کی۔

ماہانہ مذاکرہ کے تحت 4/دسمبر 2018 کو صدر شعبہ ڈاکٹر محمد فہیم اختر ندوی کی نئی تصنیف "مدارس کی تعلیم" کو موضوع بحث بناتے ہوئے ایک علمی نشست منعقد کی گئی۔ جس میں شعبہ کے ریسرچ اسکالرس نے اس کتاب کے مطالعہ کی روشنی میں اپنے خیالات کا اظہار اور تبصرہ کیا، چنانچہ فاروق مجتبیٰ نے باب اول "تعلیم"، محمد عامر نے "تعلیمی ادارے"، صالح امین نے "نصابی مضامین" اور محمد صلاح الدین نے "عصری تعلیم" پر گفتگو کی اور اپنے افکار ونظریات کا اظہار کیا۔ اخیر میں صدر شعبہ نے اختتامی کلمات پیش کرتے ہوئے کتابوں پر تبصرہ کے سلسلہ میں طلبہ کو مفید مشوروں سے نوازا۔ نظامت کے فرائض محمد عامر نے انجام دیئے۔

15/نومبر کو دوروزہ قومی اردو سماجی علوم کانگریس میں شعبہ کے پی ایچ ڈی اسکالرس نے مختلف موضوعات پر مقالے پیش کئے، جن میں صالح امین نے "مطالعہ فقہ اسلامی کے جدید رجحانات - ایک تحقیقی جائزہ"، محمد عامر نے "اسلامیات میں ایکو تھیولوجی اور اسلام- ہندوستان کے تناظر میں"، صلاح الدین نے "ہندوستان میں اسلامک اسٹڈیز کی تاریخ اور اس کے جدید رجحانات"، مجتبیٰ فاروق نے "قرآن کے حوالہ سے مستشرقین کے جدید رجحانات" اور عبدالرقیب نے "اردو تراجم وتفاسیر کے نئے رجحانات کا جائزہ: آسان ترجمہ قرآن وآسان تفسیر قرآن کے حوالہ سے" کے عنوانات پر اپنے مقالے پیش کئے۔

☆☆☆

موجودہ دور میں قرآنی موضوعات ومضامین میں تحقیق کی ضرورت

(محمد عامر، پی ایچ ڈی)

تفہیم وتشریح اور تحقیق کے باب میں قرآنیات کے حوالہ سے المیہ یہ ہے کہ زیادہ تر فقہی اور لغوی پس منظر میں اس پر کام کیا گیا ہے۔ علمی اور موضوعاتی انداز میں قرآن کریم کا مطالعہ یا تو سرے سے کیا ہی نہیں گیا یا اگر کیا گیا تو نہ کے برابر۔ لہٰذا اس صورت حال میں قرآن کے مطالعہ وتحقیق کے سلسلہ میں جن موضوعات اور جن گوشوں اور پہلوؤں کو ملحوظ رکھا جانا چاہئے ان میں سے بعض اہم نقاط کی نشاندہی ذیل میں کی جارہی ہے۔ اگر مطالعہ قرآن اور اس باب میں تحقیق کے وقت ان کو پیش نظر رکھا جائے تو قوی امید ہے کہ محنت وکاوش زیادہ بارآور اور نتیجہ خیز ثابت ہوگی۔

1- قرآن کریم کا علمی مطالعہ: علم کے اس دھماکہ خیز انکشافاتی دور میں سخت ضرورت ہے کہ قرآن کریم کا خالص موضوعاتی مطالعہ کیا جائے۔ قرآن نے جن علمی موضوعات پر گفتگو کی ہے، جن فکری اور شعوری مضامین کی طرف توجہ دلائی ہے اور جو انقلابی افکار پیش کئے ہیں، ان کی تفہیم وتشریح اور نئے طریقہ سے سمجھنے کی کوشش کی جانی چاہئے، قرآنی آیات سے جو خالص علمی اور مخفی اسرار منکشف ہو رہے ہیں ان کی فنی اور جدید تعبیر کی جانی چاہئے۔

2- مضامین قرآن پر خصوصی توجہ: قرآن کا تین تہائی سے زیادہ حصہ علوم وافکار، مضامین وخیالات اور مختلف نشانیوں پر مشتمل ہے۔ لہٰذا اسی نوعیت سے روشنی ڈالنی چاہئے۔ قرآن نے مضامین کو مختلف اور مخصوص انداز میں جدید سائنسی علوم جیسے علوم حیوانیات، علوم نباتات، علوم جغرافیہ، علوم فلکیات، علوم اقتصادیات، علوم اخلاقیات، بزنس مینجمنٹ اور سب سے بڑھ کر آیات اللہ (کائنات ارضی) سے متعلق ہدایات دی ہیں۔ ان تمام علوم ومضامین کے بارے میں قرآن کسی نہ کسی انداز میں ضرور گفتگو کرتا ہے، لہٰذا اس کو اسی طرح سمجھنے کی ضرورت ہے۔

3- عصر حاضر کے تناظر میں قرآنی مضامین کا مطالعہ: قرآن کریم چونکہ ساری انسانیت کے لئے ہے اور اس کے مضامین بھی متعدد اور مختلف النوع ہیں، لہٰذا ہر زمانہ اور وقت کے اعتبار سے اہل علم کو مضامین قرآن کی عصری تفہیم وتشریح کرنی چاہئے۔ قرآن میں تو جگہ جگہ 'اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ، اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ، اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ' جیسی تعبیرات پائی جاتی ہیں، جو اجتہاد، غور وخوض، جدید تعبیر کی طرف دعوت دیتی ہیں۔ موجودہ دور میں مندرجہ ذیل موضوعات کی روشنی میں قرآنی مضامین کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے:

انسانی حقوق، عورتوں اور بچوں کے حقوق، جانوروں کے حقوق، تکثیری سماج کے سلسلہ میں قرآنی ہدایات، ماحولیات اور فساد فی الارض کے سلسلہ میں قرآنی فلسفہ، خاندانی نظام کا ماں، باپ اور زوجین کے آپسی تعلقات اور رویے کے سلسلہ میں قرآنی افکار، دوسرے مذاہب کے احترام اور ان کے ساتھ سلوک وبرتاؤ، قرآنی آیات جہاد وقتال کی صحیح تشریح اور ان کے مخصوص حالات، انسانی ہمدردی کے سلسلہ میں قرآنی ہدایات، بین مذاہب تعلقات کے سلسلہ میں قرآنی نظریہ۔

4- قرآن کریم کا جغرافیہ: بعض لوگوں نے اس پر کام کیا ہے، لیکن یہ کام بہت ہی کم اور معمولی ہیں۔ اس کی متعدد اور مختلف نوعیتیں ایسی ہیں جن پر کام کیا جانا ابھی باقی ہے۔ قرآن کریم میں استعمال ہونے والے جانور، علاقے، اسماء اور حیوانات ونباتات کا باتصویر اور جدید تکنالوجی کی مدد سے تھری ڈی میپ، اور تصاویر تیار کی جاسکتی ہیں۔ اس طرح قرآن کریم کے حدود اربعہ کو سمجھنے میں کافی سہولت ہو جائے گی۔

5- اخلاقیات قرآن: قرآن نے انسانی تعلقات کی بہتری اور کردار کی بلندی پر بہت زور دیا ہے۔ لہٰذا دور جدید میں اس کی ضرورت ہے کہ قرآنی نفسیات پر مستقل طور پر کام کیا جائے، اور جس طرح خود قرآن نے ان موضوعات کو اہمیت دی ہے اس کو ملحوظ رکھتے ہوئے قرآنی سائکولوجی پر کتابیں لکھی جانی چاہیے۔

قرآن کریم قیامت تک کے انسانوں کے لئے ہدایت کا ذریعہ ہے۔ لہٰذا ہر زمانہ اور ماحول کے اعتبار سے اس کی تشریح ہونی چاہیے۔ افسوس کہ قرآن کا جو تصورِ علم تھا، ہم نے اسے پس پشت ڈال دیا ہے۔ قرآن کی خالص علمی اور سائنسی تشریح تو گویا کی ہی نہیں گئی، چنانچہ قرآنی آیات پر جدید علوم کی مدد سے نئی تشریحات سے ایک نئے قرآنی معجزے کا ہم ادراک کر سکتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ ہم قرآن کے علمی اور کائناتی پہلوؤں پر غور کریں اور قرآن کے ایک فراموش کردہ حصہ کو دنیا کے سامنے لائیں، اور اپنی دنیوی اور اخروی ترقیات کا سامان کریں۔

☆☆☆